قسط دوم

لغزشیں اہل صحافت کی

(۱۱) حافظ محمد ادریس صاحب نائیجیریا کی آزادی کے بعد فوجی انقلابات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"صدر نوافور اور یزو نے بزدلی دکھائی اور خود ہی حکومت فوج کے حوالے کر دی۔ فوجیوں نے سمجھا کہ سر ابو بکر (وزیرِ اعظم) اور سر احمد و بیلو (وزیرِ اعلیٰ شمالی نائیجیریا) ان کے راستے کی رکاوٹ ہوں گے، چنانچہ لیفٹیننٹ یعقوبو گوون نے ایک اور فوجی بغاوت کر دی اور وزیرِ اعظ و وزیرِ اعلیٰ کو شہید کر دیا۔" (روزنامہ 'نئی بات': ۸ مئی ۲۰۱۵ء)

یہاں نائیجیریا میں ۱۹۶۶ء کے دو فوجی انقلابات کے واقعات گڈمڈ ہو گئے۔ دراصل جنوری ۱۹۶۶ء میں عیسائی جنرل ارونسی نے فوجی انقلاب برپا کر کے سر ابو بکر تفاوابلیوا اور سر احمد و بیلو کو شہید کر دیا تھا۔ اس کے ردِ عمل میں دوسرا فوجی انقلاب یعقوبو گوون نے اگست ۱۹۶۶ء میں برپا کیا جس میں جنرل ارونسی کو ہلاک کر کے خود حکومت سنبھال لی۔ یعقوبو گوون مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے مگر مشنری ادارے میں تعلیم پا کر عیسائی ہو گئے تھے۔ حافظ صاحب نے اس زمانے میں نائیجیریا کے دو ریاستوں یا صوبوں، شمالی اور جنوبی نائیجیریا میں منقسم ہونے کا ذکر کیا ہے، حالانکہ ان دنوں یہ ملک شمالی نائیجیریا، مشرقی نائیجیریا اور مغربی نائیجیریا میں منقسم تھا۔ مشرقی نائیجیریا میں عیسائیوں کی اکثریت تھی اور وہاں کرنل اوجوکو نے بغاوت کر کے ۱۹۶۷ء میں 'بیافرا' کے نام سے آزاد ریاست قائم کر لی تھی جسے تیل کے لالچ میں یورپی ممالک فرانس وغیرہ نے تسلیم کر لیا تھا اور پھر تین سال کی خانہ جنگی کے بعد ۱۹۷۰ء میں صدر یعقوبو گوون بیافرا کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے تھے جبکہ بیافرا کی بغاوت کچلنے میں سوویت روس نے اُن کی اسلحی امداد کی تھی۔ کرنل اوجوکو ملک سے فرار ہو گیا تھا۔

(۱۲) رانا عامر جاوید نے روزنامہ 'نئی بات' (۸ مئی ۲۰۱۵ء) میں اکبر الٰہ آبادی کا ایک مشہور قطعہ نقل کیا

دیکھیں جو چند بیبیاں بے پردہ راہ میں اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا کہ ان کے پاس جو پردہ تھا کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اکبر کا اصل قطعہ یوں ہے

بے پردہ نظر آئیں کل جو چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

سو سال پہلے برصغیر میں بے پردگی خال خال تھی، اس پر سرکاری جج اکبر الہ آبادی کو اس قدر قلق ہوا۔ وہ آج کی بے پردگی کے 'فحاشی کو چھوتے جلوے' دیکھتے تو جانے اُن کا کیا حال ہوتا۔

⑬ جاوید چودھری 'ایکسپریس' میں لکھتے ہیں: (۵ مئی ۲۰۱۵ء)

"برطانیہ نے سوسال قبل ۲۵ر اپریل ۱۹۱۵ء کو گیلی پولی کے جزیرے پر حملہ کیا۔"

حقیقت یہ ہے کہ گیلی پولی ترکی میں ایک 'جزیرہ نما' (Peninsula) ہے 'جزیرہ' (Island) نہیں۔ جزیرہ نما کے تین طرف پانی اور ایک طرف خشکی ہوتی ہے۔ چھوٹے سے جزیرہ نما گیلی پولی (Gallipoli Peninsula) کے مشرق میں درۂ دانیال کا تنگ سمندری راستہ (آبنائے) ہے اور جنوب اور مغرب میں بحیرہ ایجہ (Agean Sea) واقع ہے جبکہ چوتھی جانب شمال میں وہ یورپی ترکی (تھریس) سے ملا ہوا ہے۔ ایسے ہی عرب بہت بڑا جزیرہ نما ہے جس کے تین طرف سمندر ہے یعنی مشرق میں خلیج فارس، آبنائے ہرمز اور خلیج عُمان، جنوب میں بحیرۂ عرب اور خلیج عدن، مغرب میں بحیرۂ احمر اور شمال میں عراق، کویت اور اُردن واقع ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وسیع تر عرب جس میں مغربی عراق، فلسطین، لبنان، بیشتر شام اور اُردن بھی شامل تھے، اسے تاریخ میں جزیرۃ العرب کہا گیا ہے کیونکہ اس کے چوتھی جانب شمال میں بھی دریائے فرات کا پانی بہتا ہے۔ جغرافیائی طور پر اب جزیرہ نمائے عرب میں سعودی عرب، کویت، قطر، متحدہ عرب امارات، عُمان اور یمن شامل ہیں اور یہی حدیث میں مذکور جزیرۃ العرب ہے۔ عربی میں جزیرہ نما کو شِبه الجزيرة کہا جاتا ہے۔

⑭ ذوالفقار علی بھٹو کے بُری طرح شیدائی فرخ سہیل گوئندی اپنے کالم 'مستقبل' میں لکھتے ہیں:

"ذوالفقار علی بھٹو اکثر کہا کرتے تھے کہ میں تاریخ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ بات وہی شخص کر سکتا ہے جس کو تاریخ کا ادراک ہو۔" (نئی بات' ۹ مئی ۲۰۱۵ء)

آگے موصوف نے بھٹو کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ حالانکہ عقل سلیم کی بات ہے کہ تاریخ میں تو چنگیز اور ہلاکو بھی زندہ ہیں۔ تاریخ میں محض زندہ رہنا کوئی بات نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان نیک نامی کے ساتھ تاریخ میں زندہ رہے۔ ہوسِ اقتدار میں فوجی آمر جنرل یحییٰ

خان سے گٹھ جوڑ کر کے مشرقی پاکستان کی منتخب قیادت کا راستہ روکنے کے لیے وہاں آرمی ایکشن کروانا اور بنگلہ دیش بنوا کر نصف پاکستان کو نیا پاکستان کا نام دینا اور یہاں سویلین چیف مارشل لا ایڈ منسٹریٹر بن بیٹھنا سیاستدان بھٹو کے لیے شرمناک تھا۔ بھٹو بے شک تاریخ میں زندہ ہے مگر متحدہ پاکستان کو توڑ کر اپنا تختِ اقتدار جمانے والے سیاستدان کے طور پر۔ اگر اسے تاریخ کا ادراک ہوتا تو وہ قومی اسمبلی میں ۸۱ ؍ارکان کی اقلیت کے ساتھ ۱۶۰؍ ارکان کی اکثریت والے شیخ مجیب کو اقتدار منتقل کرنے کی حمایت کرتا اور ڈھاکہ جانے والوں کی ٹانگیں توڑنے کی دھمکی دے کر ملک توڑنے والا کردار نہ بنتا۔ وہ قومی اسمبلی کے اجلاس ڈھاکہ کا بائیکاٹ نہ کرتا، اسمبلی کا اجلاس ہونے دیتا، صبر کے ساتھ اپوزیشن لیڈر بنتا اور پھر اگلے عام انتخابات میں اس کی جیت ہو سکتی تھی۔

پھر یہ کون سا تاریخ کا ادراک ہے کہ ساڑھے پانچ سالہ دور میں اس نے ایک بار بھی بلدیاتی انتخابات نہیں کرائے اور مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں شرمناک دھاندلی کی۔ موصوف خود، ان کے چاروں وزرائے اعظم اور ۲۸ ارکانِ اسمبلی دھاندلی سے 'بلامقابلہ' منتخب قرار پائے اور انتخابی دھاندلی کے خلاف تحریک چلی تو اس نے اپنی خصوصی 'وفاقی سلامتی فورس' (FSF)، پولیس اور فوج سے فائرنگ کروا کے ۳۷۰ سے زائد مظاہرین شہید کر ڈالے اور پھر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء الحق نے مارشل لا لگا کر بھٹو کے ملک میں خانہ جنگی کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔

بھٹو نے اپنی ہی پارٹی کے سیاسی مخالف احمد رضا خاں قصوری ایم این اے کو قتل کروانا چاہا تھا مگر FSF والوں کی فائرنگ میں اُن کے باپ نواب احمد خاں کو شہید کر دیا گیا۔ عدالتِ عالیہ کے پانچ رکنی بنچ نے بھٹو کو اس مقدمۂ قتل میں سزائے موت دی جسے سپریم کورٹ اور صدرِ مملکت جنرل ضیاء الحق نے بحال رکھا اور بالآخر ۴ جنوری ۱۹۷۹ء کو بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔ یہ اپنے اقتدار کی خاطر بہت سے انسانوں کی جانیں لینے والے کا عبرتناک انجام تھا جسے تاریخ کا حقیقی ادراک نہیں تھا۔ وہ ۱۹۷۷ء میں دھاندلی نہ کرواتا تو بھی دیہی ووٹوں کی بنا پر برسرِ اقتدار رہ سکتا تھا مگر اُس کا غرور اسے لے ڈوبا۔ اس نے اطالوی صحافیہ اوریانا فلاچی سے انٹرویو میں کہا تھا: "میں پاکستان کے تمام حکمرانوں سے زیادہ عرصے تک حکومت کروں گا۔" اور پھر پاکستانی قومی اتحاد (PNA) کی احتجاجی تحریک کے دنوں میں بھٹو نے تکبر سے کہا: "میری کرسی بڑی مضبوط ہے!" اس تکبر ہی نے اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہونے دیا۔

⑮ مقتدا منصور میں 'صدائے جرس' میں لکھتے ہیں:

"سندھی عوام نے سب سے پہلے اپنی اسمبلی میں پاکستان کے حق میں قرارداد منظور کی اور غدّار قرار پائے۔" (روزنامہ 'ایکسپریس' ۴مئی ۲۰۱۵ء)

درحقیقت ۱۹۳۷ء میں سندھ صوبائی مسلم لیگ نے اپنے اجلاس میں پاکستان کے حق میں قرارداد منظور کی تھی، نہ کہ سندھ کی صوبائی اسمبلی نے۔ پھر یہ سندھی عوام کے غدار قرار پانے کی بات تو سراسر جھوٹ ہے۔ وہ تو جی ایم سید کی قیادت میں ایک حقیر اقلیتی ٹولا تھا جس نے منحرف ہو کر قیامِ پاکستان سے پہلے ہی اس کی مخالفت شروع کر دی تھی جبکہ سندھی عوام کی بھاری اکثریت نے ۴۶-۱۹۴۵ء کے عام انتخابات میں اپنا ووٹ قیامِ پاکستان کے حق میں دیا تھا۔

⑯ فاروق حارث العباسی سنڈے میگزین 'نئی بات' میں لکھتے ہیں:

"شاہ سعود بن عبدالعزیز کے صاحبزادے شہزادہ فیصل نے نہایت اعلیٰ خدمات انجام دیں جنھیں دیکھتے ہوئے شہزادہ فیصل کو ولی عہد سلطنت مقرر کر دیا گیا۔" (۱۰تا۱۶مئی ۲۰۱۵ء)

سعودی عرب پر اس مضمون میں آگے چل کر لکھا ہے:

"۱۹۵۸ء میں مالی بحران کے آثار پیدا ہوئے تو شاہ سعود نے اپنے صاحبزادے ولی عہد شہزادہ فیصل کو وقتی طور پر حکومت کی ذمہ داریاں سونپ دیں۔"

درحقیقت شہزادہ فیصل بن عبدالعزیز شاہ سعود بن عبدالعزیز (۶۴-۱۹۵۳ء) کے چھوٹے بھائی تھے نہ کہ بیٹے۔ بڑے بھائی شاہ سعود کے بعد ۱۹۶۴ء میں فیصل بادشاہ بنے۔ آغاز میں لکھا ہے:

"ترکیہ کے خلیفہ شاہ حسین جو کہ حجاز پر بھی قابض تھے، عبدالعزیز اُنھیں شکست دے کر حجاز پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔"

دراصل حسین بن علی ہاشمی ترکیہ کے خلیفہ محمد خامس (۱۹-۱۹۰۹ء) کے زیرِ حکومت 'شریف مکہ' تھے نہ کہ ترکی کے خلیفہ۔ شریفِ مکہ حسین ہاشمی نے اپنے بیٹوں فیصل، عبداللہ اور زید کے ساتھ سلطنتِ عثمانیہ کے خلیفہ محمد پنجم کے خلاف بغاوت کی تھی اور انگریزوں کی مدد سے حجاز پر قبضہ کر کے بادشاہِ حجاز بن بیٹھا تھا جہاں سے شاہ عبدالعزیز نے (۲۶-۱۹۲۴ء) میں اسے نکال باہر کیا۔

⑰ اثر چوہان 'سیاست نامہ' رقم طراز ہوئے:

"گلاسگو انٹر کلچرل آرٹس گروپ کے چیئرمین شیخ محمد اشرف نے ۶ ستمبر ۲۰۱۳ء کو گلاسگو میں ۱۳۰ اصحاب اور اصحابیات کو میرے اعزاز میں ظہرانے پر مدعو کیا۔" (نوائے وقت ۱۰مئی ۲۰۱۵ء)

چوہان صاحب بہت سینئر صحافی ہیں مگر اُنھوں نے خیال نہیں کیا کہ 'اصحابیات' کسی طرح 'صاحبہ' کی جمع نہیں ہو سکتی۔ وہ 'صاحبہ' کی جمع آسانی سے 'صاحبات' لکھ سکتے تھے۔ 'صاحب' کی جمع 'اصحاب' ہے اور 'صحابی' کی جمع 'صحابہ' ہے، نیز 'صحابیہ' کی جمع 'صحابیات' ہے لیکن چوہان صاحب نے 'صاحبات' کو نظر انداز کر کے 'اصحابیات' کی بے تکی اصطلاح گھڑ لی۔

(۱۸) عظیم ایم میاں 'جنگ' میں لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال کو قرطبہ جانے کے لیے حکومتِ برطانیہ سے خصوصی اجازت لینی پڑی تھی۔ علامہ اقبال نے مسجدِ قرطبہ کے محراب میں جا کر جو نماز پڑھی وہ بھی اسپین کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پڑھی تھی۔" (۲۷ر مئی ۲۰۱۵ء)

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال نے مسجدِ قرطبہ میں نماز باقاعدہ اجازت لے کر پڑھی تھی۔ جب ہسپانوی اہلکار نے علامہ صاحب کو مسجد قرطبہ میں نماز پڑھنے سے یہ کہہ کر روکا کہ یہ خلافِ قانون ہے تو اُنھوں نے کہا کہ اپنے بڑے پادری کو بلاؤ۔ جب پادری آیا تو علامہ نے اس سے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے تو نجرانی عیسائیوں کو مسجدِ نبوی میں اپنی عبادت کرنے سے نہیں روکا تھا۔ اس پر پادری نے علامہ کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ البتہ دارالسلام کے مینیجنگ ڈائریکٹر عبدالمالک مجاہد اپنے 'سنہرے سفرنامے' میں لکھتے ہیں کہ اُنھوں نے گارڈ کی نگرانی کے باوجود اس کے ادھر ادھر ہونے پر ایک ستون کے پیچھے دو نفل ادا کر لیے تھے۔

(۱۹) قمر عباس نقوی 'زبانِ فرنگیانہ اور ہمارا معیارِ تعلیم' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"ایک تقریب میں ایک صاحب سے اُن کی مصروفیات پوچھیں تو بولے: "ہم ایک یونیورسٹی میں فرنگی زبان کے استاد ہیں۔" پوچھا یہ فرنگی زبان کیا ہوتی ہے؟ جواب دیا کہ اس زبان کا تعلق فرنگستان (انگلستان) سے ہے، اسی لیے انگریزوں کو زمانۂ قدیم میں اُردو زبان میں فرنگی کہا جاتا تھا۔" (ایکسپریس ۵ جون ۲۰۱۵ء)

دراصل فارسی کی اصطلاح 'فرنگ' نیز 'فرنگستان' دونوں براعظم یورپ کے لیے استعمال ہوتی ہیں اور 'فرنگ' (یورپ) سے 'فرنگی' یعنی 'یورپی' کی اصطلاح نکلی ہے۔ عربی میں افرنج، افرنجہ اور افرنجی کی اصطلاحیں 'یورپ' اور 'غیر ملکی' کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ یوں فرنگ یا فرنگستان صرف انگلستان نہیں بلکہ پورا یورپ، روس سے لیکر آئرلینڈ اور آئس لینڈ تک، فرنگستان ہے اور صرف انگریزی کو فرنگی نہیں

کہتے بلکہ تمام یورپی زبانیں فرنگی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ برصغیر پر چونکہ انگریز (برطانوی) قابض رہے، اس لیے اُردو میں عموماً ان کیلئے 'فرنگی' یا 'افرنگی' کی اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں جیسے اقبال کہتے ہیں:

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج   من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

علامہ اقبال کا ایک فارسی شعر ہے

تُرا ناداں اُمیدِ غم گساری ہاز افرنگ است   دلِ شاہیں نہ لرزد بہرِ آں مرغے کہ درچنگ است

"اے نادان! تجھے افرنگ سے غم گساری کی امید ہے۔ باز کا دل اس پرندے کے لیے نہیں کانپتا جو اُس کے پنجوں میں چیخ رہا ہو۔"

ویسے یہ 'فرنگ' کی اصطلاح فرانسیسی اصطلاح فرینک (Frank قدیم فرانسیسی قوم) یا فرینکوں کے ملک فرانس (France) سے مفرّس ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں فرینک قوم کا ملک 'فرانس' کہلانے لگا تھا۔ تیسری صلیبی جنگ (۹۲-۱۱۸۹ء) سے شہرت پانے والا شاہ انگلستان رچرڈ لائن ہارٹ ایک فرانسیسی شاہی خانوادے 'آنجو' سے تعلق رکھتا تھا اور ایک عرصے تک فرانس کے علاقے نارمنڈی، بریٹانی، لوئر اور ایکویٹین بادشاہتِ انگلستان کا حصہ رہے۔ اور یہ انگلینڈ (انگلستان) بھی جرمنی کے علاقہ اینگلیا (Anglia) سے آکر جزیرہ برطانیہ میں آباد ہونے والے اینگلز (Engles) کی نسبت سے England کہلاتا ہے جس کے ساتھ سکاٹ لینڈ، ویلز اور شمالی آئرلینڈ کے اتحاد سے بادشاہتِ برطانیہ یا United Kingdom وجود میں آئی ہے جسے مختصراً یو کے (UK) کہا جاتا ہے جو کہ وسیع تر فرنگستان (یورپ) کا ایک حصہ ہے۔ یاد رہے فرانس کا قدیم نام گال (Gual) ہے۔

(۲۶) مدثر نذر قریشی سنڈے میگزین 'نئی بات' میں لکھتے ہیں:

"چنگیز خاں (تموچن) نے عراق پر حملہ کر کے سب کچھ تہس نہس کر دیا۔ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کیا اور علمی کتب خانے جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیے۔ ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان اور دیگر منگول اس خطے کے حکمران ٹھہرے۔" (۷ تا ۱۳ جون ۲۰۱۵ء)

قریشی صاحب نے تاریخ کے واقعات گڈ مڈ کر دیے۔ ۱۲۱۷ء میں چنگیز خاں وسطی ایشیا (ترکستان) کی خوارزم شاہی سلطنت پر حملہ آور ہوا تھا جس میں ترکستان، خراسان، ایران، اور افغانستان شامل تھے۔ چنگیز خاں ترکستان (وسطی ایشیا) اور افغانستان میں مار دھاڑ کرتا ہوا جلال الدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں دریائے سندھ تک آیا تھا، وہ یہیں سے اپنے دارالحکومت قراقرم لوٹ گیا تھا اور اس کے

بیٹوں اور جرنیلوں نے خراسان، ایران، آذربائیجان، جارجیا، روس، یوکرین اور پولینڈ تک کے ممالک فتح کر لیے تھے۔ چنگیز خاں ۱۲۲۷ء میں مر گیا اور اس کے پوتے ہلاکو خاں نے خراسان و ایران اور آذر بائیجان پر مشتمل ایل خانی سلطنت قائم کی اور ہلاکو خان ہی نے ۱۲۵۸ء میں عراق پر حملہ کر کے بغداد کی عباسی خلافت کا خاتمہ کیا اور خلیفہ مستعصم باللہ کو دھوکے سے گرفتار کر کے شہید کر دیا۔

(۴۱) مدثر نذر قریشی مزید لکھتے ہیں: "۱۹۳۳ء میں شاہ فیصل انتقال کر گئے۔"

یہ دراصل عراق کے شاہ فیصل اوّل (شریف مکہ حسین ہاشمی کے بیٹے) تھے۔ ان کے بیٹے شاہ غازی (۳۹-۱۹۳۳ء) اور پوتے شاہ فیصل ثانی (۵۸-۱۹۳۹ء) جانشیں ہوئے۔ فیصل ثانی ۱۹۵۸ء کے فوجی انقلاب میں مارے گئے۔

(۴۲) قریشی صاحب کے مطابق "صدر عبدالسلام عارف کی وفات کے بعد حسن البکر (مضمون میں 'البکر' کے بجائے 'الابکر' کمپوز ہوا) نئے صدر بن گئے۔"

حقیقت یہ ہے کہ صدر عبدالسلام عارف ۱۹۶۶ء میں فضائی حادثے میں ہلاک ہو گئے تو اُن کے بھائی عبدالرحمٰن عارف صدرِ عراق بنے تھے جن کا تختہ احمد حسن البکر نے ۱۹۶۸ء میں الٹ دیا۔

(۴۳) احمد شاہین مضمون 'ایک سفر پریوں کی تلاش میں' لکھتے ہیں:

"چلاس صوبہ خیبر پختونخوا کے ڈسٹرکٹ کوہستان میں واقع ہے جس کے بعد گلگت بلتستان کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔" ('نئی بات' سنڈے میگزین: ۷ تا ۱۳ رجون ۲۰۱۵ء)

پاکستان میں نئی نسل کو وطنِ عزیز کا مکمل جغرافیہ نہ پڑھانے کا ایک نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جامعہ پنجاب سے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان (احمد شاہین) کو خبر ہی نہیں (اور اخبار کا ادارتی عملہ بھی اس سے بے خبر ہے) کہ چلاس صوبہ گلگت و بلتستان میں واقع ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا میں۔ دراصل چلاس گلگت و بلتستان کے ضلع دیامر کا ضلعی ہیڈ کوارٹر ہے اور ضلع دیامر سے متصل خیبر پختونخوا کا ضلع کوہستان کہلاتا ہے۔

(۴۴) اب محترم حفیظ اللہ نیازی کی 'باٹلی' صحافی ایاز امیر پر ایک گرفت ملاحظہ کیجیے۔ نیازی صاحب اپنے کالم میں لکھتے ہیں: ('جنگ' ۱۹ اپریل ۲۰۱۴ء)

"برادرم ایاز امیر کہ موجی آدمی (ہیں)، چنانچہ روزانہ کی بنیاد پر (ان کے) نظریہ اور سیاست میں اتار چڑھاؤ لازم (ہے)، فرماتے ہیں کہ "اگر میں بھول نہیں رہا تو ضیاء الحق نے مولانا مودودی سے ریڈیو سے اسلامی تقاریر نشر کروائیں۔"

آپ (ایاز امیر) ایک عرصے سے بھولے بھٹکے ہوئے ہیں، تصحیح فرمالیں، سید مودودی ۱۹۷۹ء میں داغِ مفارقت دے گئے۔ ایاز امیر سے چند دہائیوں کی چوک ہوئی، کہ مولانا مودودی ریڈیو پاکستان پر (۱۹۴۸ء میں) اسلامی ریاست کے خدوخال پر لیکچر ضرور دیتے رہے تھے جو قائداعظم کی زندگی میں نشر ہوئے تھے۔"

(۴۵) 'نئی بات' میں 'دلچسپ وعجیب' کے عنوان کے تحت کہا گیا کہ

"دریائے نیل کا ذکر قرآن پاک میں بھی کیا گیا ہے۔" (۲ جولائی ۲۰۱۵ء)

دراصل قرآن میں ﴿فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ﴾ کے الفاظ ہیں۔ شیر خوار موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے بچے کو یَمّ (دریا) میں ڈال دو۔ یہاں 'یم' سے مراد دریائے نیل ہے۔ لیکن غرقِ فرعون کے سلسلے میں جو کہا گیا: ﴿وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ﴾ (اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہارے گزرنے کے لیے سمندر پھاڑ دیا) تو یہاں 'بحر' سے مراد بحیرۂ قلزم کی کھاڑی (موجودہ بحیرات مرّہ) ہے مگر بعض اہلِ قلم فرعون کے دریائے نیل میں غرق ہونے کی بات لکھ ڈالتے ہیں جو درست نہیں۔

مذکورہ کالم میں کہا گیا کہ دریائے نیل واحد دریا ہے جو جنوب سے شمال کو بہتا ہے، یہ بات درست نہیں۔ روس کے دریا اوب، نیسی اور لینا بھی جنوب سے شمال کو بہتے ہیں۔ نیز دیے گئے مصری شہروں کے درست نام اسوان اور الاقصر (Luxor) ہیں، انھیں 'اساون' اور 'لکسور' لکھنا درست نہیں۔

(۴۶) کویت کے عربی جریدہ 'الفرقان' میں علائی بکر لکھتے ہیں:

"۱۹۱۶ء میں یہودی عسکری دستے برطانوی جرنیل لارڈ ایلنبی کے لشکر میں شامل ہو گئے جس نے فلسطین پر حملہ کیا تھا۔ یہودیوں نے اتحادی فوجوں کے ساتھ مل کر شام اور لبنان کی جنگ میں بھی حصہ لیا جبکہ لارڈ ایلنبی نے ۸ دسمبر ۱۹۱۷ء کو القدس (بیت المقدس) پر قبضہ کیا، پھر دمشق فتح کر کے سلطان صلاح الدین کی قبر پر گیا اور فخر کے ساتھ یہ نعرہ لگایا: "صلاح الدین! اُٹھو، ہم لوٹ آئے ہیں۔" (الفرقان: ۹ جون ۲۰۱۴ء)

حقیقت یہ ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی قبر پر صلیبی نعرہ مارنے والا لارڈ ایلنبی نہیں، فرانسیسی جنرل گورا (Gouraud) تھا جو جولائی ۱۹۲۰ء میں غدارِ ملت شریفِ مکہ حسین بن علی ہاشمی کے بیٹے فیصل کو دمشق (شام) کی 'بادشاہت' سے فارغ کرتے ہوئے یہاں وارد ہوا تھا اور اس نے مذکورہ جملہ کہہ کر اپنے صلیبی آبا (شاہِ فرانس فلپ اور شاہِ انگلستان رچرڈ) کی سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں تیسری صلیبی جنگ (۹۲-۱۱۸۹ء) میں شکستِ فاش کا گویا مداوا کرنے کا اعلان کیا تھا۔